بچے اور اِسلام

مولانا سیّد جلال الدین عمری

اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ!

کتاب: بچے اور اسلام

مصنف: مولانا سید جلال الدین عمری

ناشر: اسلامک ریسرچ اکیڈمی۔ کراچی
(ادارہ معارف اسلامی۔ کراچی)

تقسیم کنندہ: اکیڈمی بک سینٹر (A.B.C.)
ڈی۔۳۵، بلاک۔۵، فیڈرل بی ایریا
کراچی۔۷۵۹۵۰
فون:۳۶۳۴۹۸۴۰_۳۶۸۰۹۲۰۱(۰۲۱)

اشاعت: شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ ۔ جولائی ۲۰۱۲ء

قیمت: ...... روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بچے اور اسلام

بچے کی اہمیت

انسان کا چھوٹا سا بچہ بھی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے۔ اس کی بھولی بھالی شخصیت میں کتنی کشش اور جاذبیت ہوتی ہے۔ اس کی معصوم ادائیں، اس کی مسکراہٹ، اس کی دلچسپ اور ٹوٹی پھوٹی باتیں، اس کی شوخیاں اور شرارتیں، اس کا کھیل کود غرض اس کی کون سی ادا ہے جو دل کو لبھاتی اور کیف وسرور سے نہ بھر دیتی ہو۔ پھر ایک دوسرے پہلو سے دیکھیے ہمیں نہیں معلوم کہ قدرت نے کس بچہ میں کتنی اور کس قسم کی صلاحیتیں رکھ دی ہیں اور وہ آگے چل کر کیا خدمات یا کارنامے انجام دینے والا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آج کے ان معصوموں میں کوئی کسان اور تاجر ہو، کوئی انجینئر اور صنعت کار ہو، کوئی صحافی اور مصنف ہو، کوئی مدرس اور مقنن ہو، کوئی سائنس داں اور فلسفی ہو اور کوئی ماہر سیاست اور مدبر و منتظم ہو۔ ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ خاندان، قبیلہ، قوم، ملک اور نوع انسانی کو ان میں سے کس کے ذریعہ کتنا بڑا فائدہ پہنچے گا۔

اتنی بڑی صلاحیتیں جس بچہ کے اندر چھپی ہوئی ہیں وہ اپنی پیدائش کے وقت سب سے زیادہ کمزور اور بے بس ہوتا ہے۔ وہ اپنی نشو ونما اور پرورش کے لیے جتنی توجہ، شفقت اور محنت کا طالب ہے، کسی بھی جاندار کا بچہ اتنی توجہ اور محنت نہیں چاہتا۔ ذرا سی بے احتیاطی سے اس کی زندگی ہی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ اس کی ذہنی، فکری اور اخلاقی تربیت تو اس سے بھی زیادہ پیچیدہ اور مشکل کام ہے۔ اس معاملہ میں غلطی یا کوتاہی اسے بالکل غلط رُخ پر لے جا سکتی ہے اور اس کا وجود پورے سماج کے لیے عذاب بن سکتا ہے لیکن اگر صحیح نہج پر اس کی تربیت ہو سکے تو وہ سماج کو امن، چین اور سکون سے بھی بھر سکتا ہے۔

پورے معاشرہ کے لیے انسان کے ایک ایک بچہ کی بڑی اہمیت ہے۔ وہ ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک، ان کے لیے سکون و راحت کا باعث اور ان کی تمناؤں کا مرکز ہوتا ہے۔ بڑھاپے میں وہ اسے اپنا سب سے بڑا سہارا تصور کرتے ہیں۔ خاندان اور قبیلہ کی بے شمار توقعات اس سے

وابستہ ہوتی ہیں۔ قوم وملک کا وہ قیمتی سرمایہ ہوتا ہے۔ اس لیے ہم میں سے ہر ایک کی اخلاقی اور قانونی ذمہ داری ہے کہ اس کی جسمانی نشوونما اور اخلاقی تربیت کی فکر کریں اور اسے مرض، کمزوری، جہالت اور غلط روی سے بچائیں۔

اسلامی تعلیمات

اقوام متحدہ کی طرف سے پوری دنیا میں ۱۹۷۹ء کو بچوں کے سال کے طور پر منایا گیا۔ اس موقع پر بچوں کے سلسلہ میں اسلام کی تعلیمات بہت ہی اختصار کے ساتھ پیش کی جا رہی ہیں۔ اسلام نے زندگی کے دوسرے شعبوں میں جس طرح ہماری بہترین راہنمائی کی ہے اس معاملہ میں بھی اس کی ہدایت ہر پہلو سے مکمل اور ان تمام خرابیوں سے پاک ہے جو بالعموم کسی بھی انسانی فکر میں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ قتل اولاد کی ممانعت

انسان نے اپنی پوری تاریخ میں جن بھیانک جرائم کا ارتکاب کیا ہے ان میں ایک قتل اولاد بھی ہے۔ اس نے اپنی نادانی، جہالت، توہم پرستی، غلط رسم ورواج اور ناپاک جذبات کے تحت اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے بچوں کا خون بہایا ہے۔ اس سنگ دلی اور شقاوت کا ایک بڑا سبب افلاس اور غربت کا ڈر بھی رہا ہے۔ اس نے یہ سوچ کر کہ اس کی آمدنی میں اس کی اولاد بھی شریک ہو جائے گی، کھانے والے منہ، کمانے والے ہاتھ سے زیادہ ہو جائیں گے اور اس کی ضروریات پوری نہ ہو سکیں گی، بڑی بے دردی سے اپنے ہی جگر گوشوں پر چھری پھیر دی۔ اسلام سے پہلے عرب کے بعض قبائل میں بھی اس کا رواج تھا۔ اسلام نے اس کی سخت مذمت کی اور اس بے رحمی اور سنگ دلی کو ایک سنگین جرم قرار دیا۔ اس نے کہا روئے زمین پر جو بھی انسان پیدا ہوتا ہے خدا کے حکم سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ سوچنا خدا کی رزاقی پر بہت بڑی بے اعتمادی ہے کہ جس بچہ کو اس نے پیدا کیا وہ اسے بھوکوں مار دے گا۔ اس کے ہاتھ میں زمین وآسمان کے خزانے ہیں وہ تمہیں بھی کھلائے گا اور تمہارے بچوں کو بھی۔ فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (بنی اسرائیل: ۳۱)	”غربت کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ بے شک ان کا قتل بڑی غلطی ہے۔“

لڑکوں سے تو پھر بھی مستقبل کی توقعات وابستہ تھیں کہ معاشی جدوجہد میں آگے چل کر ساتھ دیں گے، دشمن کا دفاع کریں گے اور خاندان اور قبیلہ کی قوت وطاقت میں اضافہ کا سبب ہوں گے لیکن لڑکیوں کا وجود سراسر باعث ننگ تھا۔ وہ معاشی لحاظ سے بھی بوجھ تھیں اور ان کی حفاظت اور دفاع بھی کرنا پڑتا تھا۔ اسی لیے ان کے قتل کا زیادہ رواج تھا۔ اسلام نے خصوصیت سے اس پر تنقید کی۔ فرمایا کل قیامت کے روز خدائے تعالیٰ اس معصوم بچی سے پوچھے گا کہ آخر اس نے وہ کون سا جرم کیا تھا کہ اسے خود اس کے ماں باپ نے زندہ درگور کر دیا۔ جب وہ اپنی مظلومی اور بے بسی کی فریاد کرے گی تو ظالموں کو خدا کے عذاب سے کوئی چیز بچا نہ سکے گی۔ ارشاد ہے:

وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ (التکویر:۹۔۸)

"اور جب اس بچی سے جسے زندہ درگور کیا گیا تھا پوچھا جائے گا کہ اسے کس گناہ کی (پاداش) میں مارا گیا۔"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی طرف سے اس مذموم حرکت کے حرام اور ممنوع ہونے کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ.. وَ وَأْدَ الْبَنَاتِ (بخاری، کتاب الادب)

"بے شک اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے تم پر ماؤں کی نافرمانی کرنا...... اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا۔"

دیوی دیوتاؤں کے نام پر اولاد کو بھینٹ چڑھانے کا بھی مختلف مذاہب میں رواج رہا ہے حالانکہ مذہب کے نام پر اس قتلِ ناروا کا ارتکاب خود مذہب کی توہین ہے۔ خدا نے اس کا کہیں حکم نہیں دیا ہے کہ اس کی رضا جوئی کے لیے معصوم جانوں کا خون بہایا جائے۔ اسلام نے اس طرح کی مذہبیت کی کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی۔ ایک عورت نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ میں نے یہ نذر مانی ہے کہ اپنے بچہ کی قربانی کروں۔ انہوں نے بچہ کو ذبح کرنے سے منع فرمایا اور کہا جاؤ اپنی نذر کا کفارہ ادا کرو۔ (موطا، کتاب النذور والایمان، باب مالا یجوز من النذور)

۲۔ والدین کے صحیح جذبات کی رعایت

اسلام نے ایک طرف تو بچوں کو خود ان کے ماں باپ کی طرف سے ہونے والے ظلم سے بچایا اور دوسری طرف بچوں کے بارے میں والدین کے صحیح اور فطری جذبات کی رعایت بھی کی ان کی پیدائش پر خوشی منانے کا شستہ اور شائستہ طریقہ سکھایا اور ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں بہت ہی جامع اور مکمل ہدایات دیں۔

۳۔ نومولود کے کان میں اذان دی جائے

اسلام ایک خاص قسم کی تہذیب اور معاشرت وجود میں لاتا ہے۔ کچھ خاص آداب واطوار کی تعلیم دیتا ہے اور پورے ماحول کو ایک خاص رنگ عطا کرتا ہے۔ اس کا اہتمام وہ اسی وقت سے کرتا ہے جب کہ بچہ اس دنیا میں قدم رکھتا ہے۔ چنانچہ اس نے اس بات کی تعلیم دی کہ بچہ کے پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں اذان دی جائے۔ حضرت ابورافعؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے حضرت حسنؓ پیدا ہوئے تو آپؐ نے ان کے کان میں اذان دی۔ (ابوداؤد، کتاب الادب، ترمذی، کتاب الاضاحی)

اُس وقت اذان دینے کے بہت سے مقاصد ہیں۔ ایک مقصد یہ ہے کہ خوشی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے اور اس کی بڑائی بیان کی جائے۔ اس کا دوسرا مقصد، اللہ کے ذکر کے ذریعہ ماحول کو شیطان کے اثرات سے پاک کیا جائے۔ تیسرا مقصد یہ کہ اس طرح اس بات کا اعلان کیا جائے کہ بچہ کے ماں باپ بھی مومن و مسلم اور خدا کے فرماں بردار ہیں اور بچہ کو بھی وہ خدا کا مطیع و فرماں بردار دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور چوتھا مقصد یہ ہے کہ بچہ کے کان میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی، رسول کی رسالت اور انسان کے بندہ ہونے کی آواز پہنچے کیا عجب کہ یہ آواز غیر شعوری طور پر بچہ کے دل و دماغ پر اثر انداز بھی ہوتی ہو۔

۴۔ تحنیک کرائی جائے

اس موقع پر کسی نیک اور صالح انسان کے ذریعہ تحنیک کرانا بھی سنت ہے۔ تحنیک کا مطلب ہے چھوارا چبا کر اس کا لعاب یا شہد وغیرہ کی کوئی میٹھی چیز بچہ کو چٹائی جائے تاکہ بچہ کے پیٹ میں پہلی جو غذا پہنچے وہ کسی خدا ترس اور متقی انسان کے ہاتھ سے پہنچے اور اس کی دعائیں اسے حاصل ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بچوں کو لایا جاتا تھا۔ آپؐ ان کے لیے برکت کی دعا کرتے اور تحنیک فرماتے۔ (مسلم، کتاب الادب، باب استحباب تحنیک المولود)

۵۔ اچھا نام رکھا جائے

حکم ہے کہ بچہ کا اچھا سا نام رکھا جائے، تاکہ اس کا بہتر تعارف ہو۔ بے ڈھنگ یا بے معنی نام رکھنا پسندیدہ نہیں ہے۔ حضرت ابودرداءؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَسْمَائِكُمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِكُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَاءَكُمْ۔۔۔ (ابوداؤد، کتاب الادب)

”قیامت کے روز تمہیں تمہارے ناموں سے اور تمہارے باپوں کے ناموں سے بلایا جائے گا لہٰذا اپنے (اور اپنی اولاد وغیرہ کے) اچھے نام رکھو۔“

اس سلسلہ میں بعض متعین رہنمایاں بھی کی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ پیغمبروں اور خدا کے نیک بندوں کے نام پر نام رکھنے چاہئیں۔ سب سے اچھے نام وہ ہیں جن سے بندگی اور عبدیت کا اظہار ہو۔ ایسے نام بھی رکھے جاسکتے ہیں جن سے پیشہ اور محنت کا اظہار ہو۔ ایسے ناموں سے احتراز کرنا چاہیے جن کے معنی و مفہوم دینی لحاظ سے غلط ہو۔ ابو وہب جشمیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَسَمَّوْا بِاَسْمَاءِ الْاَنْبِيَاءِ وَاَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ وَاَصْدَقُهَا حَارِثٌ وَهَمَّامٌ وَاَقْبَحُهَا حَرْبٌ وَّمُرَّةُ ـــ (حوالہ سابق)	"پیغمبروں کے نام پر نام رکھو۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں اور سب سے زیادہ سچے اور واقعہ کے مطابق نام حارث (کسان) ہمام (ارادے والا) ہے۔ سب سے بُرے نام حرب (جنگ) مُرہ (تلخ) ہیں۔"

۶۔ عقیقہ کیا جائے

اولاد ایک نعمت ہے۔ اس کی پیدائش پر والدین کو فطری طور پر خوشی ہوتی ہے۔ اس موقع پر خدا کے نام پر جانور ذبح کرنا اسلامی سنت ہے۔ اسی کو اصطلاح میں عقیقہ کہا جاتا ہے۔ یہ اولاد کے عطا ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ہے اور خوشی کا اظہار بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيْقَتِهٖ يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهٖ وَيُحْلَقُ رَاْسُهٗ۔ (ترمذی، ابواب الاضاحی)	"بچہ اپنے عقیقہ کی وجہ سے رہن رہتا ہے (اس لیے) ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے اور اس کے سر کے بال اتروائے جائیں۔"

عقیقہ کے گوشت سے خود بھی فائدہ اٹھایا جاتا ہے، عزیزوں اور دوستوں کو بھی کھلایا جاتا ہے اور غریبوں اور مسکینوں میں بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔ خوشی کے مواقع پر اسلام چاہتا ہے کہ مسکینوں اور حاجت مندوں کی زیادہ سے زیادہ مدد ہو۔ چنانچہ اس موقع پر بھی یہ بات مستحب اور پسندیدہ سمجھی گئی ہے کہ بچہ کے سر کے بال اُتار کر ان کے وزن کے برابر چاندی غریبوں میں تقسیم کی جائے۔ حضرت حسنؓ کی ولادت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا:

اِحْلِقِيْ رَاْسَهٗ وَتَصَدَّقِيْ بِزِنَةِ شَعْرِهٖ فِضَّةً ـــ (ترمذی، ابواب الاضاحی)	"اس کا سر منڈوادو اور اس کے بال کے وزن کے برابر چاندی خیرات کردو۔"

۷۔ بچوں کی پرورش

انسان کی یہ قانونی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں کے اخراجات برداشت کرے اور ان کی غذا، لباس، مکان، علاج اور دوسری ضروریات پوری کرے۔ اسلام کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ انسان اپنی معاشی ذمہ داریوں کو محسوس نہ کرے، اپنے متعلقین کے نان نفقہ سے غفلت برتے اور انہیں اس حال میں چھوڑ دے کہ وہ غربت اور فاقہ کشی سے تباہ و برباد ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُّضِيْعَ مَنْ يَّقُوْتُ۔۔۔(ابوداود، کتاب الزکوۃ)

"انسان (کی بربادی) کے لیے یہ گناہ کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کر دے جن کے اخراجات کا وہ ذمہ دار ہے۔"

لڑکوں کی پرورش انسان جس خوش دلی سے کرتا ہے اتنی خوش دلی سے لڑکیوں کی پرورش بالعموم نہیں کرتا۔ اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ لڑکیوں کی پرورش زیادہ کارِ ثواب اور آخرت کی کامیابی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ بُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ شَيْئًا فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ۔ (بخاری، کتاب الادب)

"اللہ تعالیٰ جس شخص کو ان لڑکیوں کے ذریعہ تھوڑا بہت بھی آزمائش میں ڈالے اور وہ ان کے ساتھ بہتر سلوک کرے تو وہ اس کے لیے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہوں گی۔"

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے لڑکیوں کی پرورش کی آخرت میں اسے میری معیت اور رفاقت حاصل ہوگی۔ ارشاد ہے:

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ۔ (مسلم، کتاب البر والصلۃ)

"جو شخص دو بچیوں کی (بھی) ان کے جوانی کو پہنچنے تک پرورش کرے گا، قیامت کے روز میں وہ اسی طرح (ایک ساتھ) آئیں گے۔ یہ فرما کر آپؐ نے انگشت ہائے مبارک کو ملا کر دکھایا۔"

۸۔ بچوں کا پیار

اولاد سے محبت فطری ہے لیکن بعض لوگ اس قدر درشت طبع اور سخت مزاج ہو گئے ہیں کہ بچوں کو پیار نہیں کرتے۔ بعض لوگ بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور پیار و محبت کو تہذیب کے خلاف اور تربیت کے نقطۂ نظر سے صحیح نہیں سمجھتے۔ اسی طرح بعض لوگ اسے اپنی شان اور بڑائی کے منافی

خیال کرتے ہیں کہ بچوں کے ساتھ بے تکلفی برتی جائے۔ یہ سارے احساسات بے بنیاد اور غلط ہیں۔ یہ انسان کی سنگ دلی کو ظاہر کرتے ہیں اور تربیت کے پہلو سے بھی مفید نہیں ہیں۔ اسلام نے اس رویہ کو بالکل ناپسند کیا ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کو پیار کیا تو اقرع بن حابس نے جو وہاں موجود تھے، کہا کہ میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے کبھی ان میں سے کسی کو پیار نہیں کیا۔ آپؐ نے بہت تعجب سے ان کو دیکھا اور فرمایا جو انسان پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ بھی رحم نہیں فرماتا۔ (بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ)

ماں باپ کی طرف سے لڑکیوں کو بالعموم محبت بھی کم ملتی ہے۔ لیکن رسولِ اکرم ﷺ اپنی صاحبزادیوں سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ سے تو آپؐ کو غیر معمولی محبت تھی۔ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ کس سے محبت فرماتے تھے؟ جواب دیا، فاطمہؓ سے۔ (ترمذی)

ایک اور موقع پر حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ تشریف لاتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (محبت سے) کھڑے ہو جاتے، ان کو لینے کے لیے آگے بڑھتے، ان کا ہاتھ پکڑ لیتے، اسے بوسہ دیتے اور ان کو اپنی نشست پر بٹھاتے۔ یہی حال حضرت فاطمہؓ کا تھا کہ جب آپؐ ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں آپؐ کے استقبال کے لیے آگے بڑھتیں، دستِ مبارک تھام لیتیں، اسے بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ بٹھاتیں۔ (ابوداؤد، کتاب الادب)

۹۔ یکساں سلوک کیا جائے

کھلانے پلانے اور لین دین میں بچوں کے ساتھ یکساں سلوک ہونا چاہیے۔ ایک بچے اور دوسرے بچے کے درمیان فرق کرنا سخت ناپسندیدہ ہے۔ اس سے ان کے درمیان باہم بغض و حسد اور نفرت و عداوت پیدا ہوتی ہے اور ماں باپ کے سلسلہ میں غلط جذبات پرورش پاتے ہیں۔ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِتَّقُوا اللہَ وَسَاوُوْا بَیْنَ اَوْلَادِکُمْ۔ ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے ساتھ برابر کا سلوک کرو۔'' (مشکوٰۃ، کتاب البیوع، باب فی العطایا، بحوالہ بخاری و مسلم)

اولاد میں بھی لڑکیوں کے مقابلہ میں لڑکوں کے ساتھ ترجیحی سلوک کرنا کم ظرفی اور ذلت کی بات ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جنت کی خوشخبری دی ہے جو لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک نظر سے دیکھے اور ان کے درمیان مساوات برتے۔ آپؐ نے فرمایا:

مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا يَعْنِي الذُّكُوْرَ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔ (ابوداؤد، کتاب الادب)

”جس شخص کے لڑکی ہو وہ اسے نہ تو زندہ گور کرے، نہ اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرے اور نہ اس پر اپنے لڑکے کو ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔“

۱۰۔ تعلیم وتربیت

اسلام جہالت اور ناخواندگی کو ناپسند کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ علم کی روشنی چاروں طرف پھیلے۔ چنانچہ اس نے سیکھنے اور سکھانے کی بڑی فضیلت بیان کی ہے اور ہر مسلمان کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ دین کی بنیادی باتوں کا علم حاصل کرے۔ حدیثوں میں بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔ ایک حدیث میں کہا گیا ہے کہ ماں باپ کی طرف سے اولاد کو بہترین تحفہ یہ ہے کہ وہ انہیں عمدہ تعلیم دے اور اچھے اخلاق وعادات سکھائے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ۔ (ترمذی، ابواب البر والصلۃ)

”کسی باپ نے اپنے بچہ کو اچھے ادب سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دیا۔“

لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کی کوئی اہمیت نہیں محسوس کی جاتی تھی اور اس معاملہ میں بہت زیادہ غفلت برتی جاتی تھی۔ اسلام نے اس کی اہمیت واضح کی، اسے بڑا کارِ ثواب بتایا اور اس پر جنت کی خوشخبری سنائی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ فَأَدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ۔ (ابوداؤد، کتاب الادب، باب من عال یتامی)

”جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی، ان کو ادب واخلاق سکھایا، ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کیا تو اس کے لیے جنت ہے۔“

اسلام اس سے منع نہیں کرتا کہ انسان بچوں سے محبت کرے البتہ وہ اس کی تاکید کرتا ہے کہ یہ محبت اور تعلق اپنے حدود سے تجاوز نہ کرے۔ اسی طرح ایک طرف اس نے بچوں کی پرورش، نگہداشت اور تعلیم وتربیت کی ذمہ داری ڈالی ہے اور دوسری طرف اس سے آگاہ کیا ہے کہ اولاد کی خاطر دین واخلاق کو بھول جانا اور حلال وحرام کی تمیز کے بغیر ان کی خواہشات کی تکمیل میں لگ جانا اپنی تباہی اور بربادی کو دعوت دینا ہے۔ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (المنافقون:۹)

''اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے اور جو لوگ اس طرح غافل ہو جائیں وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔''

۱۱۔ یتیموں کی سرپرستی

جن بچوں کے سر سے ان کے والدین کا سہارا ختم ہو جاتا ہے صحیح طریقہ سے نہ تو ان کی مادّی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور نہ ہی ان کی تعلیم و تربیت کا معقول انتظام ہو پاتا ہے۔ اس وجہ سے بالعموم وہ زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں اور ان کے غلط راہوں پر پڑ جانے کا بھی سخت اندیشہ رہتا ہے۔ اس طرح کے بچوں کی ذمہ داری اسلام نے ان کے وارثوں پر ڈالی ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ''اور وارث پر بھی اسی طرح کی ذمہ داری ہے (جس طرح باپ پر تھی)۔''

یتیم کے پاس جائیداد یا مال و دولت ہو تو اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت اسی کے مال سے ہو سکتی ہے لیکن اس کے مال کی حفاظت اور ترقی کی بھی کوشش کی جائے گی۔ جو شخص اس سلسلہ میں اپنا وقت اور محنت صرف کرے اور وہ غریب اور محتاج ہو تو اسلام اسے اجازت دیتا ہے کہ دستور کے مطابق وہ اپنا معاوضہ لے لیکن جو صاحبِ حیثیت ہو اسے اس سے احتیاط ہی کرنی چاہیے۔ فرمایا:

وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَ مَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ...... (النساء:۶)

''یتیم کا سرپرست اگر مالدار ہو تو اس کے مال سے بچے۔ البتہ وہ محتاج ہو تو معروف طریقے سے اس میں سے کھا سکتا ہے۔''

اگر یتیم محتاج ہے اور اس کا وارث بھی اس کی دیکھ بھال اور نگہداشت کی پوزیشن میں نہیں ہے تو اسلام نے پورے معاشرے کو ترغیب دی ہے کہ وہ آگے بڑھے اور اس کی خدمت کی سعادت حاصل کرے۔ احادیث میں یتیموں کی سرپرستی، پرورش اور نگہداشت کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ یہاں صرف ایک حدیث پیش کی جارہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ اَوْ لِغَيْرِهٖ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ۔ (مسلم، کتاب الزہد)

''یتیم کی کفالت کرنے والا، چاہے وہ اس کا ہو یا کسی دوسرے کا اور میں جنت میں اسی طرح ہوں گے۔''

(یہ کہہ کر آپ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا)

اس سلسلے کی خاص بات یہ ہے کہ اسلامی حکومت کے فرائض میں یہ داخل ہے کہ وہ یتیموں کی ضروریات پوری کرے اور انہیں بے یار و مددگار نہ چھوڑے۔ اس لیے معاشرہ اپنی اخلاقی ذمہ داری محسوس نہ کرے تو ریاست انہیں اپنی حفاظت میں لے گی اور ان کی کفالت کا بوجھ اٹھائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سربراہِ ریاست کی حیثیت سے فرمایا:

مَنْ تَرَکَ دَیْناً اَوْ ضِیَاعاً فَلْیَاْتِنِیْ فَاَنَا مَوْلَاہٗ۔ (بخاری، کتاب فی الاستقراض)

"جو شخص قرض یا چھوٹے بچے چھوڑ کر انتقال کر جائے اور ان کی پرورش کا انتظام نہ ہو تو میرے پاس آئے میں اس کا والی اور سرپرست ہوں۔"

۱۲۔ لاوارث بچوں کی کفالت

لاوارث بچوں کا مسئلہ بڑا ہی نازک ہوتا ہے۔ ان کے ماں باپ کا پتا نہیں چلتا اس لیے کسی پر ان کی قانونی ذمہ داری نہیں ڈالی جاسکتی۔ معاشرہ بھی انہیں آسانی سے قبول نہیں کرتا۔ اسلامی حکومت اس طرح کے لاوارث بچوں کے نان نفقہ کی ذمہ داری اٹھاتی ہے۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ایک شخص نے ایک بچہ کو کہیں پڑا ہوا پایا۔ وہ اسے لے کر ان کے پاس پہنچا۔ حضرت عمرؓ کو بتایا گیا کہ آدمی نیک اور قابلِ اعتماد ہے تو انہوں نے اس سے کہا کہ تم اس کی دیکھ بھال کرو۔ اس کا خرچ ہم برداشت کریں گے۔ (موطا، کتاب الاقضیہ، باب القضاء فی المنبوذ)

فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو کہیں کوئی بچہ پڑا ہوا ملے تو اسے اٹھا لینا مندوب اور مستحسن ہے۔ وہیں چھوڑ دینے سے اس کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو تب تو بالکل واجب ہے۔ (ہدایہ ۲/۵۹۱)

بچوں سے متعلق اسلام کی تعلیمات کے اس مختصر سے تعارف سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اسلام بچہ کی حفاظت، پرورش، نگہداشت اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری میں والدین، اہلِ خاندان، معاشرہ اور حکومت کو شریک کرتا ہے اور بالترتیب ان سب کو اس ذمہ داری کے اٹھانے پر مجبور کرتا ہے۔ اس پر ٹھیک ٹھیک عمل ہو تو نہ صرف یہ کہ کوئی بچہ ضائع نہیں ہوگا بلکہ اس کی مادّی اور اخلاقی ضروریات بھی آسانی سے پوری ہوں گی، اس کی صحت مند نشو و نما بھی ہوگی اور وہ ایک خدا ترس اور بااخلاق انسان، مثالی شہری اور نوعِ انسانی کا بہترین خادم بن کر بھی ابھرے گا۔

بچوں سے متعلق ہماری چند مطبوعات

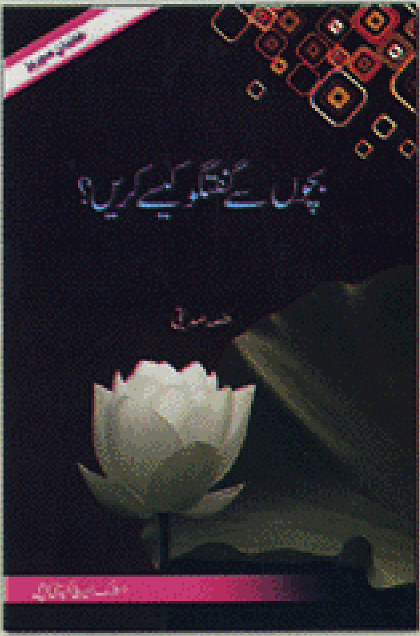

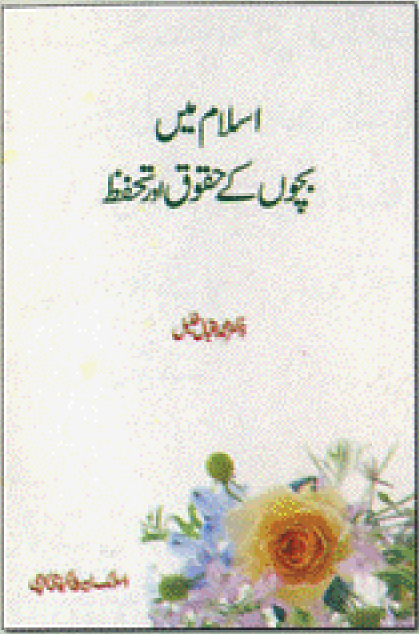

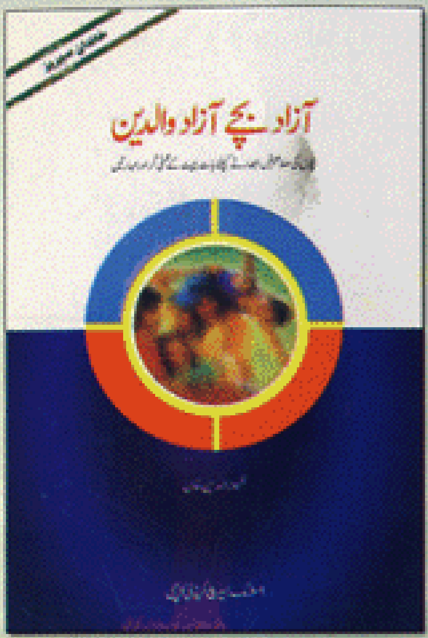

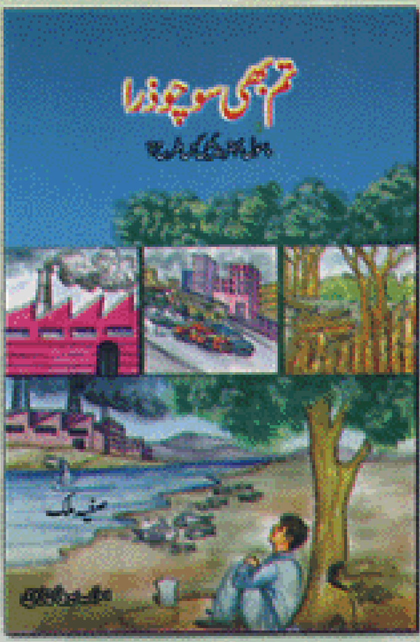

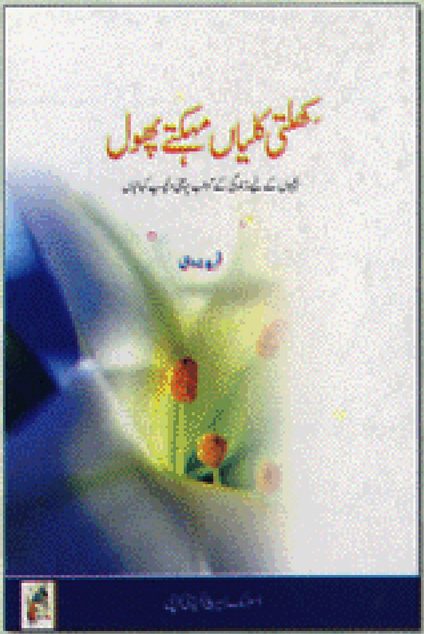

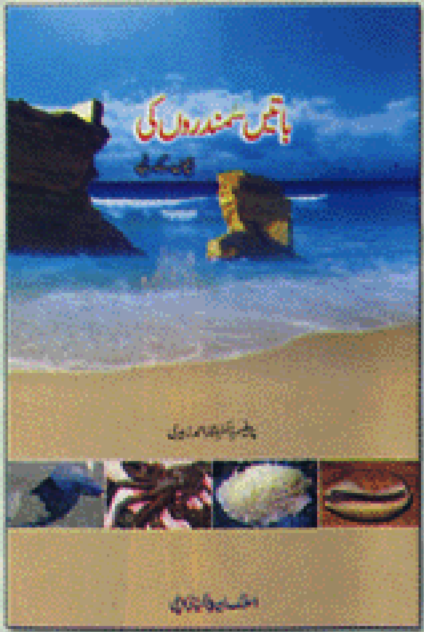

ڈی۔۳۵، بلاک۔۵، فیڈرل 'بی' ایریا، کراچی
فون: ۳۶۳۳۹۸۴۰۔۳۶۸۰۹۲۰۱(۲۱۔۹۲)
برقی پتا: irak.pk@gmail.com، ویب گاہ: www.irak.pk